ڈاکٹر سعید اللہ قاضی

زبان اور اس کا محلِ استعمال

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کر کے اپنی ربوبیت کا مشاہدہ کرایا اور یہ اس طرح کہ انسان اگرچہ بظاہر گوشت پ
کا ایک مجسمہ نظر آتا ہے، لیکن حقیقت میں اس کے اندر ایک جہانِ اصغر سمو دیا گیا ہے اور جیسا کہ جہانِ اکبر ایک خ
نظام میں مربوط ہے اسی طرح یہ جہانِ اصغر یعنی جسمِ انسانی بھی ایک خاص نظام میں مربوط ہے۔

جسمِ انسانی کثیر اجزا و اعضا کا مجموعہ ہے اور ہر عضو اور ہر جز اپنا اپنا وظیفہ انجام دیتا ہے۔ مثلاً ہا
کا وظیفہ پکڑنا اور کام کرنا ہے۔ پاؤں کے ذمے چلنا اور جسم کے باقی اجزا کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جا
آنکھوں کا فرض دیکھنا اور دیکھی ہوئی چیز کی شکل کے نتائج مرتب کرنے کے لیے دماغ کی طرف منتقل کرنا۔
ناک کا فریضہ سونگھنا اور سونگھی ہوئی چیز کو دماغ کی طرف منتقل کر کے اس چیز کی نوعیت معلوم کرنا ہے
کانوں کا کام سننا اور سنی ہوئی چیز کو دماغ کی طرف بھیج کر اس کے بارے میں مختلف احکام صادر کرانا۔
دماغ کا کام سوچنا اور مختلف اعضائے جسم سے خبریں وصول کر کے ان کے بارے میں آخری فیصلہ صادر
ہے، اور زبان کا کام مختلف امور سے بذریعہ تکلم لوگوں کو معلومات فراہم کرنا ہے۔

غرض جسمِ انسانی ایک کثیر الاعضا پیکرِ متحرک کا نام ہے، جس میں ایک وحدت کارفرما ہے، جس
طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں اشارہ فرمایا ہے:

المسلم للمسلم کالجسد اذا اشتکی عضو تداعی لہ سائر الجسد بالسھر والحمی۔

یعنی تمام مسلمان آپس میں ایک جسم کے مانند ہیں، جسم کا کوئی بھی حصہ جب کسی مصیبت میں مبتلا ہو تو سا
جاگ اٹھتا اور بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

یہی مفہوم ایک شاعر نے یوں ادا کیا ہے:

مبتلائے درد کوئی عضو ہو تو روتی ہے آنکھ — کس قدر ہمدرد سارے جسم کی ہوتی ہے آنکھ

ہم دیکھتے ہیں کہ اعضائے انسانی ایک مربوط نظام کے تحت کام کرتے ہیں اور ان کا آپس میں ایک
سے گہرا تعلق ہے۔ دوسرے الفاظ میں جسمِ انسانی بظاہر محدود مگر درحقیقت ایک مکمل کائنات ہے،

مختلف حصے ایک مستحکم و مربوط نظام میں جکڑے ہوئے ہیں۔ اس جہانِ اصغر اور اس کے مواصلاتی نظام پر غور کرنے سے ایک عقل مند آدمی اس بات پر مجبور ہو جاتا ہے کہ وہ یہ تسلیم کرے کہ جس نے نہایت خوب صورت انداز میں اس کی تخلیق کی ہے، لازماً اس کا ایک خالق ہے۔

عقلِ انسانی اس جہانِ اصغر میں ایک رہنما کی حیثیت رکھتی ہے۔ وہ اگرچہ بڑی سوجھ بوجھ سے اس نظام کو چلاتی ہے، پھر بھی وہ غلطی کی مرتکب ہو سکتی ہے، کیونکہ اس کا دائرۂ عمل محدود ہے اور وہ اپنے فیصلوں میں حواسِ خمسہ کی محتاج ہے۔ چنانچہ اس کی مزید رہنمائی کے لیے اللہ تعالیٰ نے وقتاً فوقتاً اپنے مخصوص بندے بھیجے جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ان کے لیے قواعد و ضوابط مرتب کیے۔ تاکہ وہ اس گاڑی کو ان مرتب شدہ قواعد و ضوابط کے مطابق چلائے۔ ظاہر ہے کہ ان قواعد و ضوابط کا جہاں جہاں خیال رکھا جائے گا وہاں انسان کی یہ گاڑی بہتر طریقے سے اپنی منزلِ مقصود تک پہنچ جائے گی، اور جہاں جہاں ان اصول و ضوابط کی خلاف ورزی کی جائے گی وہاں یہ گاڑی کسی نہ کسی حادثے کا شکار ہو جائے گی۔

اس پس منظر میں آج ہم اس جہان اصغر کے ایک حصے کو لیتے ہیں اور اس کے لیے جو قواعد و ضوابط مرتب کیے گئے ہیں، ان پر بحث کرتے ہیں۔ جسم انسانی کے اس حصے کا نام زبان ہے، جس کو اس جہانِ اصغر میں ایک ترجمان کی حیثیت حاصل ہے۔

زبان انسان کے مافی الضمیر کی ترجمان ہے۔ اس ترجمانی کے لیے زبان ایک مخصوص لغت استعمال کرنے کی پابند نہیں ہے، اس لیے کہ لغت بذاتِ خود مقصود نہیں، بلکہ مقصود وہ معنی ہے جس کو زبان الفاظ کی صورت میں سامع تک پہنچاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں انسان نے اپنے مافی الضمیر کے اظہار کے لیے مختلف لغات کا سہارا لیا۔ اس کے علاوہ ان قواعد و ضوابط کا اطلاق لغت پر نہیں ہوتا بلکہ اس معنی پر ہوتا ہے، جو ان لغات کی وساطت سے ادا ہوتا ہے۔ اگر وہ معنی ان قواعد و ضوابط کے مطابق ادا کیا جائے تو ایسے شخص کو اچھے انسان سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور اگر وہ معنی ان اصول و قواعد کے مطابق ادا نہ کیا جائے تو ایسے شخص کو بُرا اور غلط کردار انسان کہا جاتا ہے۔ قوتِ گویائی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، اور اس سے انسانی معاشرے کا نظام قائم ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں فرماتا ہے:

خَلَقَ الْإِنْسَانَ ۝ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ - (الرحمٰن: ۳، ۴)

یعنی ہم نے انسان کو پیدا کیا اور اس کو بولنا سکھایا

لیکن ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ قوتِ گویائی اگر ان اصول و قواعد کے مطابق استعمال کی جائے ، تو مستحسن ہے ۔ اور اگر ان اصول و قواعد کے مطابق استعمال نہ کی جائے تو قبیح ہے ۔ اس کا اندازہ ہم مندرجہ ذیل واقعات سے بخوبی لگا سکتے ہیں ۔

حضرت آدم علیہ السلام نے جب خدا کے حکم کی خلاف ورزی کی اور ان کو جنت سے نکال دیا گیا تو آپ خدائے ذوالجلال کے حضور یوں گویا ہوئے :

رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا سکتہ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝

اے ہمارے رب ! ہم نے اپنے آپ پر زیادتی کی اور اگر آپ نے ہمیں نہ بخشا اور ہم پر رحم نہ کیا تو ہم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے ۔

چنانچہ اس دعا کی وجہ سے آپ کو معاف کر دیا گیا ۔ اس کے برعکس شیطان نے جب اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کی اور یہ کہا کہ : خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ۝ (الاعراف : ۱۲)

یعنی میں کیسے آدم کو سجدہ کروں ، وہ مٹی سے پیدا کیا گیا ہے اور میں آگ سے ۔

تو زبان کے اس غلط استعمال سے اس کو ہمیشہ کے لیے ملعون و منحوس قرار دے دیا گیا ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا کے حضور یوں دعا کی :

رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ۝ وَيَسِّرْ لِيْۤ اَمْرِيْ ۝ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ۝ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ۝ (طٰہٰ : ۲۵ تا ۲۸)

اے میرے رب ! میرا سینہ کھول ، میرا کام آسان فرما اور میری بات میں جو رکاوٹ ہے اُسے دُور فرما تاکہ میری قوم میری بات سمجھ سکے ۔

اسی پیغمبر نے اپنی قوم کو احکامِ عشرہ (Ten Commandments) اسی زبان سے ارشاد فرمائے تھے ۔ اس کے برعکس فرعون نے یہ کلمات دہرائے : انا ربکم الاعلیٰ ۔ (میں تمہارا سب سے اعلیٰ رب ہوں) ۔ چنانچہ زبان کے اس غلط استعمال کی بنا پر وہ اور اس کے معاون اللہ تعالیٰ کے عذاب کا شکار ہو گئے ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنا مشہور خطبہ (Sermon on The mount) اسی زبان میں دیا تھا جو ابھی تک زبان زد عام و خاص ہے ۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا آخری خطبہ ۔ خطبہ حجۃ الوداع ۔ اسی زبان سے دیا تھا جس میں آپؐ نے انسانیت کے لیے ایک مکمل منشور وضع فرمایا تھا ، اور جو انسانی تاریخ

میں سنہری حروف سے لکھا گیا ہے، اور جس کی افادیت کا دوست و دشمن سب کو اعتراف ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی زبان سے فرمایا تھا:

لا یؤمن احدکم حتّٰی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ۔

یعنی تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں بن سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لیے وہ چیز پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

اسی طرح آپؐ نے یہ بھی فرمایا ہے:

من غش فلیس منا۔

جس نے کھوٹ ملایا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

پھر ارشاد فرمایا:

من حسن اسلام المرء ترکہ ما لا یعنیہ

کسی آدمی کی اسلام کی خوبیوں میں سے اس کا لایعنی کاموں کو چھوڑنا ہے۔

آپؐ نے یہ بھی فرمایا ہے:

اذا رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ، فان لم یستطع فبلسانہ، فان لم یستطع فبقلبہ ــــ وذالک اضعف الایمان۔

جب تم میں سے کوئی کسی کو بُرا کام کرتا ہوا دیکھ لے، تو اس کو اپنے ہاتھ سے روکے؛ اور اگر وہ اپنے ہاتھ سے نہ روک سکے، تو زبان سے روکے؛ اور اگر وہ اپنی زبان سے بھی نہ روک سکے، تو اس کے خلاف دل میں نفرت رکھے۔ اور یہ۔ یعنی اس کے خلاف دل میں نفرت رکھنا۔ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔

زبان کے استعمال کے بارے میں اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ ۖ (الانعام: ۱۵۲)

اور جب تم بات کرو، تو صحیح بات کرو اگرچہ یہ صحیح بات تمھارے خویش و اقارب کے مفاد کے خلاف کیوں نہ ہو۔

ایک دوسری آیت میں ہے:

وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا۔ (البقرہ: ۸۳)

اور لوگوں سے اچھی اچھی باتیں کہا کرو۔

تیسری آیت میں ہے :

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ ط (النحل: ۱۲۵)

اللہ تعالیٰ کے دین کی طرف لوگوں کو دانائی اور پسندیدہ باتوں سے بلاؤ۔ اور اگر بحث کرنے کی ضرورت پڑے تو اچھے طریقے یعنی خوش اخلاقی سے بحث کرو۔

اس کا نتیجہ عام طور پر یہ نکلتا ہے کہ فریقِ مخالف خوش اخلاقی سے متاثر ہو کر دوست بن جاتا ہے۔ ایک اور آیت میں ہے :

لَا یَغْتَبْ بَّعْضُکُمْ بَعْضًا ط اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْہِ مَیْتًا فَکَرِھْتُمُوْہُ ط (الحجرات: ۱۲)

آپس میں ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو اس لیے کہ ایسا کرنا مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانے کے مترادف ہے، جس سے تم کراہت کرتے ہو۔

یہ بھی ارشاد ہے :

وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ط بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ ج

ایک دوسرے کو بُرے القاب سے مت پکارو۔ اس لیے کہ ایسا کرنا ایک مومن کے لیے شایانِ شان نہیں ہے۔

زبان کے غلط استعمال اور اس کے خطرناک نتائج سے خبردار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ قرآنِ پاک میں فرماتا ہے :

اِنْ جَآءَکُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْٓا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًا بِجَھَالَۃٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰی مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ o (الحجرات : ۶)

جب کوئی بُرا آدمی تمھارے پاس ایک خبر لے کر آئے تو اس کی چھان بین کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تم ناواقفیت کی صورت میں کسی کو تکلیف پہنچاؤ اور پھر اپنے کیے پر پچھتاؤ۔

زبان کی حفاظت کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

عن ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال، من کان یؤمن باللہ و الیوم الآخر فلیقل خیرا او لیصمت۔ (متفق علیہ)

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : جو شخص خدا اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ یا تو اچھی بات کرے یا خاموش رہے۔

وعن ابی موسیٰ، قال، قلت یا رسول اللہ ! ای المسلمین افضل ؟ قال : من سلم المسلمون

من لسانه ویده - (متفق علیہ)

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کون سا مسلمان افضل ہے ؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا : وہ جس کے ہاتھ اور زبان کے غلط استعمال سے دوسرے مسلمان امن میں رہیں -

وعن ابی ھریرۃؓ انه سمع النبی صلی اللہ علیه وسلم یقول : ان العبد لیتکلم بالکلمة ماتبین مایفکر انھاخیر ام لا) فیھا یزل بھا الی النار — (متفق علیہ)

حضرت ابو ہریرہؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا : ایک آدمی بے سوچے بات کرتا ہے اور اس کی وجہ سے وہ جہنم میں داخل ہوتا ہے -

وعن سفیان بن عبد اللہؓ قال : قلت : یارسول اللہ ! ما اخوف ما تخاف علی ؟ فاخذ بلسان نفسه ثم قال : ھذا - (ترمذی)

سفیان بن عبد اللہ فرماتے ہیں : میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا ! آپ ہمارے بارے میں سب سے زیادہ خطرہ کس چیز میں محسوس کرتے ہیں ؟ اپنی زبان کو پکڑتے ہوئے آپ نے فرمایا : اس سے -

وعن عقبة بن عامرؓ قال ، قلت : یارسول اللہ ! ما النجاۃ ؟ قال : امسك علیك لسانك ..... (ترمذی)

عقبہ بن عامر فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ نجات کس چیز میں ہے ؟ آپؐ نے فرمایا : اپنی زبان کو قابو میں رکھ -

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

آیة المنافق ثلاث - اذا حدث کذب ، واذا وعد اخلف ، واذا اؤتمن خان -

منافق کی تین نشانیاں ہیں : جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے ، اور جب وعدہ کرتا ہے تو اُسے پورا نہیں کرتا ، اور جب اس کے پاس امانت رکھی جاتی ہے تو اس میں خیانت کرتا ہے -

کفی بالمرء کذبا ان یحدث بکل ما سمع

ایک آدمی کے جھوٹے ہونے کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ وہ سنی سنائی بات دوسرے لوگوں کو منتقل کردے -
اس حدیث میں افواہیں پھیلانے اور ان پر یقین کرنے والوں کو جھوٹوں کی صف میں شامل کیا گیا ہے -

الصدق ینجی والکذب یھلك

سچ بولنا نجات کا سبب بنتا ہے اور جھوٹ بولنا ہلاکت کا باعث ہے۔

یعنی سچ بولنے سے دنیا و آخرت دونوں میں کامیابی و کامرانی نصیب ہوتی ہے اور جھوٹ بولنے سے دنیا و آخرت دونوں میں ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

زبان کو توڑ مروڑ کر اپنے مقاصد نکالنے والوں کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا ہے:

یکون قوم یأکلون الدنیا بالسنتھم کما تلحس الارض البقر بالسنتھا۔

بعض لوگ دنیا کو اپنی زبانوں کے توڑ مروڑ۔ یعنی چاپلوسی اور دھوکے سے اس طرح کھاتے ہیں جیسے گائے اپنی زبان سے گھاس چاٹتی ہے۔

زبان کے غلط استعمال اور اس کے برے نتائج سے خبردار کرتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رب کلمۃ سفکت دماً واورثت ندماً

بہت سی باتیں خون خرابے کا سبب بن جاتی ہیں اور بالآخر انسان کو صرف پچھتانا پڑتا ہے:

ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں:

اتقوا زلۃ اللسان فان الرجل تزل رجلہ فینقتش، و یزل لسانہ فیھلک۔

یعنی زبان کی لغزش سے بچو، اس لیے کہ اگر آدمی کا پاؤں پھسل جاتا ہے تو صرف زخمی ہو جاتا ہے، اور اگر اس کی زبان لغزش کھاتی ہے تو ہلاک ہو جاتا ہے۔

زبان کی حفاظت کرنے اور نہ کرنے والوں کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لسان العاقل وراء قلبہ وقلب الاحمق وراء لسانہ۔

عقل مند آدمی کی زبان اس کے دل کے پیچھے ہوتی ہے اور بے وقوف آدمی کا دل اس کی زبان کے پیچھے ہوتا ہے۔

یعنی مرد عاقل سوچ سمجھ کر بات کرتا ہے اور بے وقوف آدمی بلا سوچے سمجھے بولتا چلا جاتا ہے۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

لسان العاقل تابع لقلبہ وقلب الاحمق تابع للسانہ۔

عقلمند آدمی کی زبان اس کے دل کی تابع ہوتی ہے اور بے وقوف آدمی کا دل اس کی زبان کے تابع۔

یہ حکیمانہ قول بھی انہی کا ہے:

بے وقوف آدمی کا دل اس کے منہ میں ہوتا ہے اور خردمند آدمی کی زبان اس کے دل میں۔
یعنی بے وقوف آدمی بے سوچے سمجھے بات کرتا ہے اور ہوشمند آدمی سوچ سمجھ کر زبان سے لفظ نکالتا ہے۔
حضرت علی مزید فرماتے ہیں: ان العاقل لایطلق لسانه الا بعد مشاورة الروية۔
عاقل آدمی پہلے تولتا ہے پھر بولتا ہے۔
ایک اور جگہ فرماتے ہیں: هانت علیه نفسهٔ من اَمّر علیها لسانه۔
جس نے اپنے نفس پر اپنی زبان کو حاکم بنایا اس نے گویا اپنے نفس کی بے عزتی کی۔
صاحب ابن ابی صفرہ اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

یموت الفتی من عثرة بلسانه — ولیس یموت المرء من عثرة الرجل

ایک نوجوان آدمی اپنی زبان کی لغزش سے ہلاک ہو جاتا ہے اور پاؤں کے پھسل جانے سے ہلاک نہیں ہوتا۔
اس ضمن میں ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

جراحات السنان لها التیام — ولا یلتام ما جرح اللسان

نیزوں سے بنے ہوئے زخم تو مندمل ہو جاتے ہیں۔ لیکن زبان کے بنے ہوئے زخم کبھی مندمل نہیں ہوتے۔
زبان کی حفاظت کے بارے میں حضرت علی یہ بھی فرماتے ہیں:
ما شیئ احق بسجن من لسان۔
دوسری ہر شے کے مقابلے میں زبان اس کی زیادہ حق دار ہے کہ اس کو قابو میں رکھا جائے۔
ایک اور جگہ فرماتے ہیں: اللسان سبع عقور۔ (زبان ایک کاٹنے والا درندہ ہے)۔ اسی طرح اللسان سبع ان خلی عنه عقر: زبان ایک درندے کی مانند ہے، اگر اس کو بے لگام چھوڑ دیا جائے تو کاٹتا ہے۔ ایک اور جگہ فرماتے ہیں: حفظ اللسان راحة الانسان۔ زبان کی حفاظت میں انسان کی راحت ہے۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کثرت کلام کو ناپسند اور قلت کلام کو پسند فرمایا ہے؛ چنانچہ فرماتے ہیں:
قلة الکلام من صفات المدح وکثرته من صفات الذم
کم گوئی قابل تعریف ہے اور بسیار گوئی قابل مذمت۔
بے موقع اور بے محل بات کرنے کو ناپسندیدہ فعل قرار دیا جاتا ہے اور ایسی حالت میں خاموشی اختیار کرنا اجمل اور اصوب ہوتا ہے۔ چنانچہ اس ضمن میں ابو العتاهية کہتے ہیں:

والصمت اجمل بالفتی من منطق فی غیر حینه

بے موقع اور بے محل بات کرنے کے مقابلے میں ایک نوجوان کے لیے خاموش بیٹھنا زیادہ زیب دیتا ہے۔

مگر عام حالات میں خاموشی اختیار کرنا شریعت کی نظر میں ناپسندیدہ ہے۔ چنانچہ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب گلستان میں فرماتے ہیں:

دو چیز طیرۂ عقل است دم فرو بستن بوقت گفتن و گفتن بوقت خاموشی

چو کارے بے فضول من بر آید مرا در وے سخن گفتن نہ شاید
اگر بینم کہ نابینا و چاہ است اگر خاموش بنشینم گناہ است

اس ضمن میں اعتدال کا راستہ کون سا ہے؟ شیخ سعدیؒ نے اس کا جواب یوں دیا ہے: "کہنے کے وقت کہنا اور خاموشی کے وقت خاموش رہنا"

ماخذ

قرآن مجید، صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، ریاض الصالحین، شرح نہج البلاغۃ لابن ابی الحدید، کتاب مقدس، عہد نامہ قدیم و عہد نامہ جدید۔

حیاتِ محمدؐ

از محمد حسین ہیکل اردو ترجمہ: ابو یحییٰ امام خاں

مصر کے نامور ادیب اور محقق محمد حسین ہیکل کی مشہور تصنیف "سیرۃ النبی محمدؐ" کا یہ ترجمہ ہے۔ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے حالات نہایت مؤثر اور دلنشین انداز میں لکھے گئے ہیں۔ اور ان واقعات کو خصوصیت سے اُجاگر کیا گیا ہے جن کا تعلق زندگی کے بنیادی حقائق اور اس دور کے اہم مسائل سے ہے۔ اس کتاب کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس میں مستشرقین کے ان تمام اعتراضات کا نہایت مدلل جواب دیا گیا ہے جو وہ اسلام اور پیغمبر اسلام پر کرتے رہتے ہیں۔

صفحات: ۶۵۴+۸ قیمت: ۲۷/۰۰ روپے

ملنے کا پتا: ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور۔